صرف کتابوں سے محبت عروج کی ضامن نہیں

عظیم الشان کتب خانوں کے باوجود اندلس کیوں مٹ گیا؟

فارس، عراق، شام میں جس اہتمام اور شوق سے ہزاروں کتب خانے قائم ہوئے اسپین (اُندلس) نے اس سے بھی زیادہ فیاضیاں دکھائیں۔قرطبہ (کوردوبا) میں یہ دستور عام ہوگیا تھا کہ ہر امیر ایک جدا کتب خانہ قائم کرتا تھا اور اس بات کی سخت کوشش کرتا تھا کہ اُس کے کتب خانے میں ایسی نایاب کتابیں ضرور ہوں جو کہیں نہ پائی جائیں، یہ طریقہ لازمۂ امارت خیال کیا جاتا تھا۔

امراء آپس میں کتب خانے قائم کرنے پر مفاخرت اور حوصلہ آزمائیاں کرتے تھے، یہ طریقہ اس قدر عام ہوگیا تھا کہ جو اُمراء تعلیم یافتہ نہیں ہوتے تھے، اُن کو فخر ونمود کے لحاظ سے ایسا کرنا پڑتا تھا۔مؤرخ مقری نے اسپین کی تاریخ میں جہاں اس واقعے کا ذکر کیا ہے، ایک حکایت نقل کی ہے کہ

''اس زمانے میں حضری ایک عالم تھے، جن کو مدت سے ایک کتاب کی تلاش تھی۔ اتفاق سے ایک دن وہی کتاب نیلام ہورہی تھی، انھوں نے خریدنا چاہا لیکن ایک اور شخص دام بڑھاتا جاتا تھا، یہاں تک کے قیمت کتاب کی حیثیت سے بہت بڑھ گئی، انھوں نے تعجب سے پوچھا کہ شاید آپ اس کتاب کے بڑے نکتہ شناس اور قدردان ہیں، اس نے کہا کہ میں تو جاہل شخص ہوں لیکن چوں کہ یہ کتاب میرے کتب خانے میں موجود نہ تھی اس لیے جس قیمت پر ملے گی میں اس کو ضرور خریدوں گا۔'' [سوال یہ ہے کہ کتابوں سے اتنی محبت کے باوجود ہسپانیہ کی حکومت کا زوال کیوں ہوا؟ تاریخ اسلام کی یہ واحد سلطنت ہے جو مکمل مٹادی گئی اور اندلس میں مسلمانوں کا وجود باقی نہ رہا۔اس کے برعکس دنیا میں جہاں جہاں اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ زوال کے تمام مرحلوں سے گزرنے کے باوجود وہاں مسلمان آج بھی آباد ہیں۔کیا اندلس میں کتب خانے محض فیشن بن گئے تھے یا ثقافتی ورثہ اگر صرف کتب خانوں سے کسی قوم کو عروج مل سکتا تھا تو اندلس کو زوال کیوں ہوا۔ یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔اس کے ساتھ اس پر بھی غور کی ضرورت ہے کہ مکہ مکرمہ اور

مدینۃ النبی میں قرآن کے سوا کوئی کتاب نہ تھی نہ کوئی کتب خانہ تھا لیکن مسلمانوں نے روم وایران پر قبضہ کرلیا تھا جب کہ ان کے پاس زبردست کتب خانے تھے۔[ساحل]

اس زمانے میں کتابوں کی قدردانی کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ ابوعلی قالی (المتوفی ۳۷۹ھ) کے پاس جمہرۃ العرب کا ایک نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، جس کی قیمت تین سومثقال سونا ملتی تھی لیکن انھوں نے کتاب کو الگ کرنا گوارا نہ کیا۔

اگر چہ تمام ممالکِ اسلامیہ میں نہایت کثرت سے جابجا کتب خانے قائم ہوگئے تھے لیکن تیسری صدی بلکہ چوتھی صدی کے آغاز تک کسی عوامی کتب خانے کا پتہ نہیں ملتا، جن کتب خانوں کا اوپر ذکر ہوا وہ لوگوں کے ذاتی کتب خانے تھے۔ غالباً سب سے پہلے جس نے اس عمدہ طریقے کی بنیاد ڈالی وہ سایور بن ارد شیر ایک امیر تھا، جس نے ۳۸۲ھ میں بغداد میں ایک دارالعلم بنوایا، اور بہت سی کتابیں عام لوگوں کے لیے وقف کیں۔ اس کے بعد ۳۹۵ھ میں حاکم بامراللہ نے جو فاطمی خاندان سے مصر کا فرماں رواں تھا، ایک بڑا عظیم الشان کتب خانہ تعمیر کیا تھا۔

یہ کتب خانہ جس کو مؤرخین نے ہمیشہ ''دارالعلم'' کے نام سے یاد کیا ہے بڑی شان وشوکت سے کھولا گیا اور بہت سے قراء، منجمین، اطبّاء رسم افتتاح میں حاضر ہوئے اور کتابوں کی سیر کی۔ مکان بڑے سازوسامان کے ساتھ آراستہ کیا گیا تھا اور تمام دروازوں اور گزرگاہوں پر پُرتکلف پردے لٹکائے گئے تھے۔ یہاں کتابوں کے مطالعے، نقل اور کتابت کی عام اجازت تھی اور اس غرض سے کاغذ، دوات اور قلم وغیرہ خود کتب خانے کی طرف سے ہمیشہ مہیا رہتا تھا۔ بہت سے فقہا، اطبّاء، منطقین، ریاضی دانوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں کہ ہمیشہ کتب خانے میں حاضر رہیں اور اپنی معلومات کو ترقی دیں۔ چناں چہ ایک بار ۴۰۳ھ میں حاکم بامراللہ نے ان بزرگوں کو مناظرے کے لیے طلب کیا اور دیر تک صحبت کے بعد ہر ایک کو خلعت اور انعام عطا کیے۔ ۴۰۴ھ میں اس کے دائمی مصارف کے لیے بہت سے مکانات اور دکانیں وقف کیں۔

اس زمانے سے عوامی کتب خانوں کا طریقہ عام ہوگیا اور تمام ممالک اسلامیہ میں سینکڑوں کتب خانے قائم ہوگئے۔ کتب خانوں کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اسی زمانے کے قریب مدرسوں اور جامعات کی بنیاد پڑی اور ہر مدرسے کے ساتھ کتب خانے کا ہونا ایک لازمی بات قرار پائی۔ نظام الملک جس نے نظامیہ بغداد کی بنیاد ڈالی، اس نے عام حکم دے دیا تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں جہاں جس جگہ کوئی ممتاز عالم ہو، اس کے لیے ایک مدرسہ اور مدرسے کے ساتھ ایک کتب خانہ تعمیر کیا جائے۔ [زبدۃ النصرۃ، تاریخ آل سلجوق، مطبوعہ یورپ، ص ۵۷] چناں چہ اُس زمانے میں سینکڑوں ہزاروں مدرسے اور کتب خانے قائم ہوگئے۔ (مقالات شبلی جلد ششم صفحہ ۱۲۲۔۱۶۷)